۷۸۶

أَعِبَادُ الْمَسِيْحِ يَخَافُ صَحْبِيْ
وَنَحْنُ عَبِيْدُ مَنْ خَلَقَ الْمَسِيْحَا (معرّی)

کیا مسیح کے بندے میرے ساتھیوں کو ڈراتے ہیں؟
اور ہم تو اس کے بندے ہیں جس نے مسیح کو پیدا کیا!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ کہ کتاب

المسمّٰی بہ

حضرت عیسیٰ اور اناجیل

مِنْ تصنیف

مولانا میر عبدالحق عتیق زہری

نائب صدر جمعیۃ القریش سابق صوبہ پنجاب مقیم خانیوال

در مطبع

سید الیکٹرک پریس ملتان طبع شد

احوال واقعی

سرزمین پاک میں عیسائیت کے اُمڈے ہوئے طوفان کی تباہ کاریاں کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہیں .... ہزارہا مسلمانوں کے مرتد ہوجانے کی جاں گزا اور ہوش ربا خبریں آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ الحاد و ارتداد کے اس سیلِ عظیم کی گراں سنگی ہر صاحبِ بصیرت شخص کو ورطۂ تحیر میں ڈالے ہوئے ہے۔ یہ حقیقت اگرچہ تلخ ہے لیکن ناقابلِ تردید ہے کہ مسیحی مشن کو جیسی کامیابی و کامرانی ہماری اس اسلامی مملکت میں حاصل ہوئی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی کامیابی اسے کبھی دنیا بھر کے کسی بھی خطے میں اور کسی بھی دور میں حاصل نہیں ہوئی۔

اس فتنہ کے اس سرعت کیساتھ اور ایسی ہمہ گیری کے ساتھ پھیلنے کی جو وجوہات ہمارے اکابر علمائے کرام بعض اوقات بیان فرمایا کرتے ہیں۔ وہ بجائے خود بالکل صحیح۔ بالکل درست اور بالکل بجا ہیں۔ مجھے ان سے ہرگز انکار نہیں لیکن میں فقط سُنی سنائی باتوں یا محض ظن و تخمین کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے عینی مشاہدے اور ایک آپ بیتی داستانِ غم آلود کے پیشِ نظر علی رؤس الاشہاد عرض کرتا ہوں کہ اس طوفان پُرشر و شور کا اصل منبع اور حقیقی سرچشمہ دار ہماری وہ مسیحی اور بعض دیگر عوامی درسگاہیں ہیں جن میں عیسائی اساتذہ کو تو اس امر کی کھلی چھٹی حاصل ہے کہ وہ اپنا مذہبی لٹریچر مسلم اساتذہ و تلامذہ کو مطالعہ کیلئے مہیا کر کے کھلے بندوں عیسائی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کریں لیکن اگر کوئی غریب مسلمان مدرس شومئی قسمت سے ان حضرات کے پیش کردہ لٹریچر کے کسی بنیادی مسئلہ پر تو کجا فقط ان کے لٹریچر میں استعمال شدہ کسی حرف کے دندانے کی کتابت پر بھی ذرا سی تنقید

کردے تو وہ کہرام بپا ہو جاتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ خانیوال سے لیکر لنڈن اور نیویارک تک خطرے کے الارم کھڑک جاتے ہیں۔ کہ لینا۔ لینا۔ پکڑنا۔ پکڑنا۔ فلاں سکول کا فلاں ملا عیسائیت کو خطرے میں ڈالنے لگا۔ اور پھر ہر عیسائی مدرس اس غریب کیساتھ اس انداز سے گفتگو کرتا ہے جیسا کہ مسٹر کینیڈی نے اس کالے صاحب جی کو اپنا ولی عہد نامزد کر رکھا ہو اور اب پاکستان کو مدد دینا یا نہ دینا فقط اس کے اشارہ ابرو پر موقوف ہو کر رہ گیا ہو۔ مزید برآں مدرسہ کی شخصیت منتظمہ کی طرف سے یعنی کہ مسلمان شخصیت منتظمہ کی طرف سے اس غریب کی جو شامت آتی ہے اس کے متعلق تو کیا ہی عرض کروں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

مختصر یہ کہ اسی قسم کا ایک المناک حادثہ تھا جو کتابچہ ہذا کی تصنیف و تالیف کا باعث ہوا۔ صورت واقعہ یہ کہ اس خاکسار کے رفیق کار ایک عیسائی ماسٹر صاحب بھی ہیں۔ انہیں جب بھی کہیں سے اپنے مذہب کا کوئی تبلیغی پمفلٹ مل جاتا ہے تو وہ خود تو شائد اس کا مطالعہ نہیں کرتے لیکن مجھ سے ضرور کرواتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس تبلیغی جذبہ و جنون کے ماتحت ایک کتابچہ "حضرت محمدؐ اور کتاب مقدس" مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈسیک صاحب مجھے مطالعہ کے لئے دیا اور ساتھ ہی یہ دلخراش الفاظ بھی کہے کہ ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کے پہلے ہی قائل نہیں اب تم بھی ذرا یہ پمفلٹ پڑھ کر دیکھو حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ معاً میری زبان پر یہ شعر آ گیا ؎

بر تخت جم کہ تاجش معراج آفتاب است
ہمت نگر کہ مورے با ایں حقارت آمد

خیر میں نے بلحاظ رواداری ان کی یہ ناخواستہ۔ غیر مطلوبہ اور خواہ مخواہ

کی شفقت یا بالفاظِ دیگر ان کا یہ شاطرانہ چیلنج منظور کر لیا اور اس کتابچے کا از اول تا آخر بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ وہ کتابچہ مسیحی مشن کی طرف سے اسلام کے خلاف ایک مہلک حربہ اور جان گزا ناوکِ زہر آلود ہے۔ اس کے مصنف پادری ڈبلیو گولڈسیک صاحب نے دیانت و صداقت کے تمام تقاضوں کو پسِ پشت پھینکتے ہوئے نہایت دریدہ دہنی اور شوخ چشمی سے سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوشِ مبارک سے ردائے نبوت ہتھیانے کی مذموم اور ناپاک کوشش کی ہے اور تورات و انجیل پر اپنی اجارہ داری کی دھونس دکھا کر محض ہاتھ کی صفائی کے کرتب سے ان تمام پیشین گوئیوں پر غاصبانہ قبضہ جما لینے کا قصد کیا ہے۔ جو ہمارے بعض علمائے کرام کے نزدیک کسی نہ کسی طرح تحریف کی وحشیانہ دستبرد سے بچ بچا کر تنہا قرآن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہورِ قدسی کی بشارتیں اور شہادتیں دیتی چلی آتی تھیں۔ نعم ما قیل بحسب الحال ہٰذا ؎

مہ نور میفشاند و سگ بانگ مے زند
سگ را بپرس خشم تو با ماہتاب چیست

پادری صاحب نے اپنے استدلال کا جو بیت العنکبوت تیار کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اگر سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (پادری صاحب کے نزدیک بھی) نبی ہوتے تو ان کے متعلق بائیبل میں ضرور پیشین گوئیاں موجود ہوتیں لیکن (پادری صاحب کو) ایسی پیشین گوئیاں نظر نہیں آتیں اس لئے پادری صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (خاکم بدہن) نبی نہیں ہیں لیکن میں کہتا ہوں اگر موجودہ بائیبل وہی ہوتی جو منزل من اللہ تھی۔ تو

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئیوں کا ہونا ایک لازمی امر تھا۔ لیکن (پادری صاحب کے کہنے کے مطابق)۔ موجودہ بائیبل میں وہ نہیں ہیں۔ اسلئے ثابت ہوا۔ کہ موجودہ بائیبل وہ بائیبل نہیں ہے جو منزل من اللہ تھی۔ خیر جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں قارئین کرام کے سامنے آجائے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ ؎

خواب گران مردم بیدار کرد مارا
بدمستیٔ عزیزاں ہوشیار کرد مارا

خاکسار نے چند اوراق کے اس مجموعہ المسمیٰ بہ "حضرت عیسیٰ اور اناجیل" میں پادری ڈبلیو گولڈسیک صاحب کے کتابچہ "حضرت محمدؐ اور کتاب مقدس" کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس گستاخی کی جو بھی سزا میرے عیسائی دوست مجھے دلائیں میں خوشی کے ساتھ اسے برداشت کرنے کو تیار ہوں، لیکن اپنے سچے بادشاہ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ لولاک عنوان میں کسی قسم کی توہین و تنقیص ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ کے کلمات طیبہ کو اپنا حرزِ جان بناتا ہوا امیدان میں اترتا ہوں ؎

آنچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

فقط والسلام۔

عبدالحق عتیق زہری
۲۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوید مسیحا

اللہ جل شانہ' وتعالےٰ نے اپنے محبوب پاک سید الاولین والآخرین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان لانے کا عہد ارواحِ انبیا علیہم السلام سے الست کے دن اقرارِ ربوبیت کے ساتھ ہی لے لیا تھا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے کہ :۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝ (آل عمران - ۹)

اور جب اللہ تعالےٰ نے انبیا علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول آئے جو تمہاری کتاب کا مصدق ہو تو تم نے اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا ؟ اور اس بات پر میرا عہد قبول کیا ؟ سب (انبیا علیہم السلام) نے کہا۔ ہم نے اقرار کیا (حق تعالےٰ نے) فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہد کے مطابق آدم علیہ السلام سے لیکر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک ہر مبعوث من اللہ نبی اپنی اپنی امت کو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی خوشخبری پہنچاتا رہا۔ اسی سلسلہ میں سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بشارت اپنی امت دعوت تبلیغ

بنی اسرائیل کو دی اس کا ذکر قرآنِ مقدس میں بایں الفاظ وارد ہے کہ:۔
وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط (الصّف - ۱)

ترجمہ - اور جب کہا عیسیٰ ابنِ مریم نے کہ اے اولادِ یعقوب بلاشبہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں - توراۃ جو مجھ سے پہلے بھی اس کا مصدق ہوں اور رسول جو میرے بعد آئے گا اس کا مبشر ہوں (اس) رسول کا نام احمدؐ ہوگا -

لیکن جن لوگوں کو کلام ربانی کو بدلنے کی قدیم الایام سے لت پڑی ہوئی ہے وہ اس نوید مسیحا کو قرآنِ مقدس سے بھی قلمزد کرنیکی فکر میں ہیں - قلموں کی تیز تیز قلینچیاں اس ناپاک مقصد کے لئے اٹھائے پھرتے ہیں کہ اگر کہیں کسی رہگذر پر جبریل امین مل جائے تو جھٹ سے اس کے پر کاٹ ڈالیں تاکہ وہ امامِ رسل خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ قدس میں وحی الٰہی پہنچانے سے رک جائے - کوئی ان عقلمندوں سے پوچھے کہ بھلے مانسو! جسے خدا نے سید الانبیا کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز فرمادیا اس کے پاس جبریل امین کی آمد و رفت کی راہیں تمہاری یہ تیر کندوں کی قلیں کس طرح روک دیں گی - اور پھر ذرا یہ بھی تو خیال کرو کہ تم آج چودھویں صدی میں جس فرشتے کے پر کاٹنے کے لئے گھر سے نکلے ہو وہ روح الامین تو تمہاری پیدائش سے کئی صدیاں پیشتر شہنشاہِ دو جہان کی خدمت میں آسمانی بادشاہت کے آئین و ضوابط پہنچا کر اپنی قیامگاہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف مراجعت فرما چکے ہیں -

اور تم جانتے ہو کہ سدرۃ المنتہیٰ تمہاری دسترس سے باہر ہے - تو پھر تم ایک ایسی لایعقل اور ناممکن الحصول تمنا کو اپنے سینہ پرکینہ میں کیوں لئے

پھرتے ہو جو تمہارے سینوں کے قبرستانوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مدفون رہنے کے سوا کسی قسم کی کچھ نمو حاصل کرنے کے قابل ہی نہیں۔

لمبی لمبی پھونکیں مار کر اپنے کمزور پھیپھڑوں کو کیوں بے فائدہ نقصان پہنچا رہے ہو۔ نبوت و رسالت کا وہ آفتاب جسے خداوندِ قدوس نے سِرَاجًا مُّنِیْرًا کا تاج پہنا کر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے بلند مطلع پر متمکن فرما دیا اور وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کی صولت و سطوت دے کر دنیا بھر کی طاغوتی قوتوں کے شور و شر سے مامون و مصئون کر دیا۔ اس آفتاب عالمتاب کی ضیا پاش کرنوں کو تمہاری یہ لمبی لمبی پھونکیں ابد الآباد تک بجھا نہیں سکتیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ چمگادڑوں کی دعائیں آفتاب کی درخشندگی کو آج تک مدھم نہیں کر سکیں۔ پھر تم خواہ مخواہ مرغ عیسیٰ (چمگادڑ) کیوں بنے جا رہے ہو ؎

مہ نور میفشاند و سگ بانگ میزند
سگ را بریں کشم تو یا ماہتاب چیست

تم کہتے ہو کہ ہماری کتابوں کے تذکروں میں سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کے متعلق کوئی پیشین گوئی نہیں ملتی میں کہتا ہوں ملے کہاں سے۔ تمہاری فلسفہ و حکمت کی ملمع سازی نے خدا کے بھیجے ہوئے کندن کی کوئی اصل و حقیقت باقی چھوڑی ہو تو ملے۔ تم بنی اسرائیل کی اس حماقت کا تو مذاق اڑاتے ہو کہ انہوں نے ایک ہوشیار زرگر کے سامنے اپنے مقبوضہ سونے کے ڈھیر لگا دیئے کہ وہ انہیں بہترین کوالٹی کا ایک خوبصورت طلائی معبود گھڑ کر تیار کر دے لیکن اپنی کرتوت کو کیوں نہیں دیکھتے۔ کیا تم نے اپنی سیدھی سادی آسمانی تعلیم کا خالص سونا فلسفہ اور حکمت کے سانچوں میں ڈھلوانے کے لئے ایسے ہوشیار اور چالاک زرگروں کے سپرد نہیں کیا؟ جو خدا اور اس کے سچے رسولوں کے خلاف

اپنے دلوں میں کینہ و بغض کی خباثت چھپائے پھرتے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بنی اسرائیل نے سامری کے سامنے اپنا سونا پھینک کر ایک خسارے کا سودا کیا تھا۔ لیکن تم نے جو اپنی متاعِ گراں بہا فلسفے اور حکمت کے زرگروں سے لٹوائی تمہیں اس کا احساس کیوں نہیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تمہاری اس متاعِ عزیز کے لٹ جانے پر اظہارِ افسوس فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ ؎

اے ولئے آبروئے کلیسا کا آئینہ　　رومانے کر دیا سرِ بازار پاش پاش
پیرِ کلیسا یہ حقیقت ہے دلخراش

قرآن مقدس کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احمدِ مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی لیکن بائیبل کسی ایسے پیغمبر کا پتہ نہیں دیتی جس کا نام عیسیٰ ہو۔

اب اگر مکر سکتے ہو تو بے شک مکر جاؤ اور اعلان کر دو کہ عیسےٰ نام کا کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں گذرا کیونکہ کتاب مقدس میں عیسیٰ کا نام موجود نہیں ہے۔ اور اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا سچا پیغمبر مانتے ہو تو انصاف سے کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نام تمہیں قرآن نے دیا یا بائیبل نے؟ جب عیسیٰ رسول اللہ کا نام بائیبل میں موجود نہیں اور تم فقط قرآن سے سن کر عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ رسول اللہ کہتے ہو تو محمد رسول اللہ کا نام اسی قرآن میں دیکھ کر تمہاری طبیعت کیوں بگڑ جاتی ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر انکار کرتے ہو تو عیسیٰ کا بھی کر ڈالو اور اگر اقرار کرتے ہو تو پھر دونوں کا کرو۔ ایک کا اقرار ایک کا انکار مناسب نہیں۔ جب بازار سے ایک ٹکے تک کا سودا لیتے وقت بھی تم دوکاندار کی ترازو پر نظر رکھتے ہو۔ کہ کہیں وہ کانی ڈنڈی سے نہ تول دے تو عقائد کے معاملہ میں خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے کانی ڈنڈی سے کیوں تول لیتے ہو؟ کیا یہ مذہبی عقائد جن پر انسان

دنیوی اور اُخروی زندگی کی فلاح و نجاح کا دار و مدار ہے تمہارے نزدیک ایک ٹکے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے؟

میرے مطالعہ کے لئے کتابیں فراہم کرنے کا مجھ سے بھی زیادہ فکر رکھنے والے دوستو! اگر تمہیں کہیں سے وہ انجیل مل سکتی ہے جو سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی تھی تو لا کر اس کا مطالعہ کرو اس میں یقیناً تمہیں ہمارے آقا و مولا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ قدسی کی بشارتیں مل جائیں گی۔ لیکن یہ اسفار و طومار جو تم اٹھائے پھرتے ہو یہ الہامی صحائف نہیں ہیں بلکہ روم کی بت پرست حکومت کے اہلکاروں کی طبع زاد اُپج ہے۔ تم کہو گے بے دلیل باتیں کر رہا ہے۔ نہیں میں بے دلیل باتیں نہیں کر رہا۔ میرے پاس اپنے اس دعویٰ کی عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔ تم انہیں اپنے کسی بڑے سے بڑے متبحر عالم کے سامنے لے جا کر رکھنا چاہتے ہو تو بے شک رکھ دو۔ پھر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ وہ میرے بیان کردہ ان حقائق کو جھٹلا نہیں سکے گا۔

قرآن اور حدیث کی روشنی میں

تاریخِ عیسائیت

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر جو قارئین کرام انہیں اوراق میں پہلے بھی پڑھ چکے ہیں اپنی معنوی وسعتوں کے لحاظ سے عیسائیت کی پوری تاریخ پر حاوی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ
روما نے کر دیا سرِ بازار پاش پاش
پیرِ کلیسیا یہ حقیقت ہے دلخراش

اس شعر میں حضرت علامہؒ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مقدس میں ہی معجزانہ ایجاز کے ساتھ فقط چند الفاظ میں اور صرف ایک ہی آیہ کریمہ میں وارد ہے۔ حضرت رب العالمین کا ارشاد ہے کہ:۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ بِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (الحدید - ۴)۔

ترجمہ:۔ پھر ہم نے اُن کے (نوح اور ابراہیم) کے بعد انکے قدموں کے نشانوں پر اپنے رسول بھیجے پھر ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اُسے انجیل دی اور اس کے پیروکار لوگوں کے دلوں میں نرمی اور مہربانی بھر دی۔ اور رہبانیت جو انہوں نے خود ایجاد کرلی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔ اور انہوں نے رضائے الٰہی کی جستجو میں یہ بدعت نکالی تھی۔ پھر اس بدعت کو بھی وہ کما حقہٗ نباہ نہ سکے۔ پس ان میں سے جو ایمان لائے ہم نے ان کا اجر دیا۔ اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

اس آیہ کریمہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ مسیحی مومنین کو رہبانیت اختیار کرنے کا حکم حق تعالےٰ کی طرف سے نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے خدا کی رضاجوئی کے لئے از خود یہ بدعت اپنے اوپر لازم قرار دے لی تھی۔ لیکن پھر وہ اس بدعت پر بھی قائم نہ رہ سکے۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ رہبانیت کے معنی ہیں راہبوں کا طریقہ اختیار کرلینا اور الراہب کے معنی ہیں مَنْ اِعْتَزَلَ عَنِ النَّاسِ اِلٰى دَيْرٍ طَلَبًا لِلْعِبَادَةِ (المنجد)

وہ شخص جو عبادتِ الٰہی کے لئے تمام لوگوں سے قطع علائق کر کے کسی دَیر میں گوشہ نشین ہو جائے اور دَیر کے معنی ہیں وہ گنبد یا مینار جو عبادت کے لئے تیار کیا گیا ہو۔

مسیحی مؤمنین کے رہبانیت اختیار کر لینے کا مطلب ان الفاظ کی لغوی تصریحات کے مطابق یہ ہوا کہ وہ تارک الدنیا ہو کر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ایسے میناروں میں جاگزیں ہو گئے جو اسی مقصد کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ آیا مسیحی مؤمنین نے برضا و رغبت خود دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی یا کسی قوت حاکمہ نے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنے پورے معاشرے سے منقطع ہو جائیں؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے ہمیں حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے آقا و مولا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی کا محتاج نہیں رہنے دیا۔ ہر قسم کی ضروری معلومات کے خزانے ہمارے لئے بھرپور کر رکھے ہیں۔

حافظ ابن کثیر قرشی دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اپنی تفسیر میں وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا کی آیہ کریمہ کا شانِ نزول بیان فرماتے ہوئے حسب ذیل مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں۔ وَهُوَ هٰذَا۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اسحاق بن ابی حمزہ ابو یعقوب رازی نے سری بن عبد ربہ سے اور اس نے بکیر بن معروف سے اور اس نے مقاتل بن حیان سے اور اس نے قاسم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جدِ امجد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے ابنِ مسعود! میں نے عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ جانتے بھی ہو؟ بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے مگر تین فرقوں کے سوا نجات اخروی کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ ان تین ناجی فرقوں میں سے پہلا گروہ وہ ہے جو جابر بادشاہوں اور حکمرانوں کو اللہ اور اس کے رسول عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کے دین کی دعوت دینے کے لئے اٹھا۔ ملوک جابرہ نے اس گروہ کے ساتھ مقابلہ کیا اور وہ لوگ شہید ہو گئے انہوں نے دشمنانِ دین کے مقابلہ میں صبر کیا اور نجات پائی۔

پھر اس کے بعد دوسرا ایک اور گروہ دعوتِ دین کے لیئے اٹھا لیکن اس گروہ میں جنگ لڑنے کی قوت نہ تھی۔ جب اس گروہ نے ملوکِ جابرہ اور ظالم حکمرانوں کو خدا اور اس کے رسول عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے دین کی دعوت دی تو اس جماعت کو شہید کر دیا گیا۔ آروں کے ساتھ چیرا گیا۔ آگ میں پھینک کر جلایا گیا۔ لیکن ان لوگوں نے صبر کیا۔ اور نجات پائی۔

اس کے بعد ایک اور گروہ دعوتِ دین کے لئے اٹھا مگر ان لوگوں میں نہ تو جنگ لڑنے کی قوت تھی اور نہ میزانِ عدل قائم رکھ سکنے کی طاقت تھی اس لئے وہ پہاڑوں کے ساتھ جا چمٹے اور رہبانیت اختیار کر کے عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی بدعت خود ہی نکال لی۔ ہم نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔

جہاد بالسّیف کی بجائے سیاست سے دست برداری اور معاشرہ سے قطع تعلق کر کے رہبانیت اختیار کر لینے والے اس تیسرے مسیحی مؤمنین کے گروہ کا تفصیلی ذکر ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ جو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح القدیر

میں مولہ بالا آیۂ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے نقل کی ہے ۔ وَھُوَ ھٰذَا ۔
کہا ابن جریر اور ابوعبد الرحمٰن النسائی نے بایں الفاظ کہ ہمارے پاس حسین بن حریث نے فضل بن موسےٰ سے ۔ انہوں نے سفیان بن سعید سے ۔ انہوں نے عطا بن سائب سے ۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت بیان کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قیاصرہ نے تورات اور انجیل کو بدل دیا ۔ لیکن کچھ ایسے عیسائی مومن بھی موجود رہے جو (منزل من اللہ) تورات و انجیل کی تلاوت کیا کرتے تھے ۔ قیصر کو (اس کے وفادار عیسائیوں کی طرف سے) یہ کہا گیا کہ یہ لوگ (یعنی اصلی بائیبل پڑھنے والے عیسائی مومن) جس قسم کی سخت گالیاں ہیں (یعنی حکومت کو) دیتے ہیں ایسی سخت گالیاں ہم نے آج تک کبھی نہیں سنیں ۔ یہ لوگ پڑھتے ہیں کہ جو خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق مناقشات کا فیصلہ نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں ۔ یہ آیت اور اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جن کی تلاوت کر کے یہ لوگ ہماری عیب جوئی کرتے رہتے ہیں ۔ پس اے بادشاہ تو انہیں بلا کر یہ ہدایت کر دے کہ جو کچھ ہم پڑھتے ہیں وہ بھی وہی پڑھا کریں اور جس قسم کا ہم ایمان رکھتے ہیں اسی قسم کے وہ ایماندار بن جائیں ۔ پس بادشاہ نے ان راسخ الاعتقاد عیسائی مومنین کو بلایا اور کہا کہ تمہارے لئے دو راہیں ہیں یا تو قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ یا یہ تبدیل شدہ (یعنی سرکاری) تورات و انجیل کے سوا اور کسی تورات و انجیل (یعنی منزل من اللہ تورات و انجیل) کا پڑھنا ترک کر دو ۔ بولو ان دونوں چیزوں میں سے تم کونسی چیز پسند کرتے ہو ۔ اُن راسخ الاعتقاد عیسائی مومنین نے جواب دیا تم ہمیں قتل نہ کرو اور ہمیں چھوڑ دو ۔ ان میں سے ایک فریق نے کہا کہ تم ہمارے لئے اونچے اونچے مینار بنا دو جن کی سیڑھیاں نہ ہوں ۔ پھر ہمیں ان میناروں پر چڑھا دو اور کوئی ایسی چیز (یعنی ڈول وغیرہ) دے دو

جس سے ہم اپنا کھانے پینے کا سامان (اپنے خویش واقربا کی طرف سے) کھینچ لیا کریں گے اور تمہاری رعایا کے لوگوں میں کبھی لوٹ کر نہیں آئینگے۔

ان کے دوسرے فریق نے کہا تم ہمیں قتل نہ کرو ہمیں چھوڑ دو۔ ہم تمہارے ملک کی حدود سے باہر نکل جائیں گے جنگلوں میں گھومتے پھریں گے وحشی جانوروں کی طرح جنگلی چشموں کے پانی پر گذر اوقات کرتے رہیں گے تم اگر دوبارہ ہمیں اپنے ملک کی حدود میں دیکھ پاؤ تو بےشک ہمیں قتل کر دینا۔

تیسرے گروہ نے کہا ہمیں قتل نہ کرو بلکہ کسی دور دراز جنگل میں ہمارے لئے کوئی احاطہ مقرر کر دو اور اس کے گرداگرد چاروں طرف اونچی اونچی مضبوط دیواریں کھینچ کر ہمیں اس احاطے میں محبوس کر دو۔ ہم اس میں کوئیں کھود کر سبزیاں اگا لیا کریں گے اور زندگی بھر کبھی تمہاری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور تمہاری آبادیوں کے قریب پھٹکنے کا نام تک نہیں لیں گے۔

چونکہ ان مظلوم مسیحی مومنین کے تینوں گروہوں کے قبائل کے لوگ بادشاہی اہلکاروں میں موجود تھے اس لئے ان کی سفارشات کی بدولت ہر گروہ کی درخواست منظور ہوئی اور انہیں سرکاری پابندیوں کیساتھ جنگلی احاطوں اور اونچے اونچے میناروں میں مقید کر دیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں رہبانیت والی آیت کریمہ میں انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان مومنین کا دور گذر جانے کے بعد متاخرین میں سے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم بھی اسی طریقہ سے عبادت کرتے ہیں۔ جس طریق پر فلاں نے عبادت کی۔ ہم بھی اسی طرح رہبانیت اختیار کرتے ہیں جس طرح فلاں نے کی۔ ہم بھی اسی قسم کے احاطہ میں سکونت رکھتے ہیں جیسا کہ فلاں کا احاطہ تھا لیکن یہ لوگ شرک پر قائم تھے۔ انہیں ان راسخ الاعتقاد عیسائی مومنین کے عقائد ایمان کی مطلقاً کچھ خبر نہ تھی جن کی وہ اقتدا کر رہے تھے۔

یہ ہے عیسائیت کی وہ صحیح اور مستند تاریخ جسے لسانِ وحی ترجمان سے نسبت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے مؤرخ کے بیان کو وہ حیثیت بھی حاصل نہیں ہوسکتی جو کسی ٹمٹماتی شمع کو آفتاب عالمتاب کے سامنے حاصل ہوسکتی ہو ؎

نمود جلوۂ اعجاز شمع مطلبی
نماند شوخی چشم شرار بولہبی

اگرچہ خدا اور اس کے رسول کے محولہ بالا فرمانِ والا شان کے بعد موجودہ بائیبل کے محرّف ہونے اور قیاصرۂ روم کی مصنفہ و مؤلفہ ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا امکان باقی نہیں رہ جاتا لیکن کیا کیا جائے تعصب کے نامراد مرض کا؟ کہ یہ اچھے بھلے روشن نظر لوگوں کو بھی آناً فاناً کور چشم بنا کر رکھ دیتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ میرے پیش کردہ سچے موتیوں کو میرے عیسائی دوست "اسلامی روایت ہیں نہ مانوں" کی رٹ لگا کر جھٹلانے کی کوشش کریں۔ لہٰذا میں ان کے اپنے اُن نقاد جوہریوں کی شہادتیں پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے آج تیرہ صدیاں گذر جانے کے بعد ان سچے موتیوں کا سچے موتی ہونا صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ تاکہ میں اپنے محترم عیسائی دوست کو یہ کہہ سکوں کہ ؎

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن



بائیبل کے محرّف ہونیکے متعلق عیسائی علماء کے فتاوے

تحریف بائیبل کے متعلق اساقفہ حضرات کی آرائے عالیہ پیش کرنے کے لئے میں قارئین کرام کا تعارف پادری جی۔ ٹی مینلی صاحب ایم۔ اے سابق فیلو کرائسٹس کالج کیمبرج کی مصنفہ کتاب "ہماری کتب مقدسہ سے کروانا چاہتا ہوں۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں پادری جی۔ سی رابنسن صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ڈی اور پادری اے۔ ایم سٹیز صاحب ایم۔ اے مصنف کے معاونین ہیں اور پروفیسر ٹی۔ ایس امام الدین صاحب ایم۔ اے، ایم او ایل راولپنڈی اور مسز کے۔ ایل ناصر صاحبہ بی۔ اے اس کتاب کے مترجمین ہیں۔ یہ کتاب انٹر ورسٹی فیلوشپ لنڈن کی زیر ہدایت اور زیر نگرانی تیار ہوئی ہے۔ انگلستان۔ امریکہ اور بعض دوسرے ممالک کی درست خیال یونیورسٹیوں اور تھیولاجیکل کالجوں کے ۲۶ چھبیس فاضل علماء نے مل کر اس کی تصنیف و تالیف میں حصہ لیا۔ اور انگریزی میں "دی نیو بیبل ہینڈ بک" کا نام دیا۔ لہٰذا اس کتاب کے کسی بھی مسئلہ کے مستند اور مسیحی علماء کے نزدیک "متفق علیہ" ہونے میں کسی بھی عیسائی دوست کو شک نہیں ہونا چاہیئے۔ اب ملاحظہ فرمایئے۔ کہ اس کتاب کے صفحہ ۴۲۲ پر فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ "مسیح نے اپنے خیالات کو کسی کتاب کی صورت میں ظاہر نہیں کیا اور نہ ہی اپنی تعلیم کا خلاصہ کسی عقیدہ میں پیش کیا ہے۔ صرف ایک دفعہ اس کی تحریر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس نے ریت پر کچھ الفاظ لکھے تھے وہ کیا تھے؟ وہ کوئی بھی نہیں جانتا (یوحنا ۸: ۶، ۸) اس نے انسانوں کی زندگیوں پر لکھا!

جنہوں نے دوسروں کو متاثر کیا۔"

فاضل مصنف کے محولہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو سرے سے کوئی کتاب دی ہی نہیں تھی۔ انہوں نے ریت پر کچھ لکھا تھا جیسے ہوا کا کوئی تیز جھونکا اُڑا کر لے گیا ہو گا۔ اب دُنیا میں کسی کو معلوم نہیں کہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے ریت پر کیا لکھا تھا۔

مجھے فاضل مصنف کی اس بات سے تو اتفاق ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاک نوشتہ کی آج کسی کو بھی خبر نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ انہوں نے کوئی کتاب دی ہی نہیں تھی قرآن اور خود انجیل کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو مرقس ۸: ۳۵ "کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وہ اسے کھوئیگا اور جو کوئی میری اور انجیل کی خاطر اپنی جان کھوئے گا وہ اسے پائیگا"۔

سوال یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو انجیل نام کی کوئی چیز نہ دی ہوئی ہوتی تو وہ اس کے تحفظ کے لئے جان قربان کرنے کی ہدایت کیسے فرما سکتے تھے۔ لہٰذا فاضل مصنف کا یہ کہنا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے کتاب کی صورت میں کچھ نہیں دیا۔ دراصل دبی زبان میں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ملت نصرانیہ کے پاس منزل من اللہ انجیل اب موجود نہیں رہی۔ ۲؎ فاضل مصنف نے بائبل کی انیس سو باسٹھ سالہ زندگی کو اپنی کتاب کے صفحہ ۳۵، ۳۶ پر مندرجہ ذیل تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ پہلی صدی عیسوی سے چوتھی صدی عیسوی تک کا زمانہ۔ جسے پیپرس کا دور کہا جاتا ہے۔

۲۔ چوتھی صدی عیسوی سے نویں صدی عیسوی کا زمانہ جو انسل کے دور سے موسوم ہے۔

۳۔ کرشو کا دور جو نویں صدی سے آج تک جاری ہے۔

پیپرس کے دور کے متعلق (صفحہ ۳۶ گیارھویں سطر) لکھتے ہیں۔ کہ
"اس زمانے میں شاذ و نادر ہی مکمل عہد جدید ایک کتابی صورت یا
طومار کی شکل میں پایا گیا ہے۔ مسیحی کلیسیا اگرچہ اپنے اثر اور قوت میں
بڑھتی گئی لیکن چوتھی صدی عیسوی تک یعنی سلطنت روما کے زمانے
تک خفیہ تحریک رہی۔ ایذا رسانی کے ایام میں بائیبل [illegible] کا کوئی
حصہ اپنے پاس رکھنا خطرے سے خالی نہ تھا........ الخ۔"

محولہ بالا عبارت میں شاذ و نادر کے الفاظ پہلی چار صدیوں
میں ہی اصل انجیل کے معدوم اور لاپتہ ہو جانے کی شہادت پیش کر رہے
ہیں اور فاضل مصنف کا پہلی چار صدیوں کو ایذا رسانی کی صدیاں قرار
دینا۔ نیز منزل من اللہ بائیبل کی تلاوت کی مخالفت کا ذکر ان احادیث
کا موید ہے جو قارئین کرام سطور گذشتہ میں مطالعہ کر چکے ہیں۔

اس کے بعد فاضل مصنف النسل کے دور کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے
کہ۔ "جب چوتھی صدی میں مسیحیت کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہوئی
تو ترجمہ کے مسئلہ کا رخ ہی بدل گیا۔ شہنشاہوں نے یہ سمجھا کہ بہترین
متن کو دریافت کرنا اور اسے محفوظ رکھنا ہی ان کی زندگی کا حقیقی مقصد
ہے۔ اور اس طرح باریک جھلی نما کاغذ پر بھاری نسخے لکھے گئے۔"

محولہ بالا سطور میں الفاظ کے ایچ پیچ میں جو حقیقت مستور ہے
قارئین کرام احادیث متذکرہ الصدر میں مطالعہ فرما چکے ہیں اور وہ
یہ ہے۔ کہ مسیحی مومنین کے دوسرے ناجی گروہ کے قتل عام کے بعد
چوتھی صدی عیسوی میں "یزان" کا حکم موقوف ہو گیا اور حکومت نے
اپنی قبائے خون آغشتہ سے بیگناہوں کے خون کے دھبے دور کرنے
کے لئے مسیحیت کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر اس کی اشک شوئی
کی ضرورت محسوس کی اور مسیحیت کو اپنے ڈھب پر لانے کیلئے بائیبل

کے رُخ کو تبدیل کر کے ایک ایسا "بہترین" متن ایجاد کر دیا جو اس بت پرست حکومت کے طاغوتی نظام کے لئے بالکل بے ضرر تھا۔ اور عوام کو شہنشاہ پرستی کی طرف گھسیٹ کر کھینچ لانے والا تھا۔ لہٰذا اس کتاب "ہماری کتب مقدسہ" کے صـ۵۳ پر تحریر ہے کہ۔

"۳۹۷ء میں کارتھیج کی تیسری کونسل نے یہ حکم جاری کیا کہ مسیحی عبادت گاہوں میں مرتب پاک نوشتوں کے علاوہ نوشتوں کے نام سے اور کچھ نہ پڑھا جائے۔ اس حکم کی تعمیل سے انکار کرنے والے صحیح العقیدہ مسیحی مومنین کی سرگذشت قارئین کرام احادیث مذکورہ بالا میں مطالعہ کر چکے ہیں اور ان پاکباز لوگوں نے اونچے اونچے میناروں میں مقید ہو کر زمین و آسمان کے درمیان معلق رہنے اور جنگلی احاطوں میں حبس دوام وغیرہ وغیرہ سزائیں تو قبول کر لی تھیں لیکن سرکاری بائبل کو منزل من اللہ بائبل تسلیم کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا محولہ بالا عبارت میں فاضل مصنف نے پاک نوشتوں کے ساتھ مرتب کا لفظ چسپاں کر کے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ پاک نوشتے "مرتبہ و مصنفہ" قیصر تھے اور ۳۹۷ء کی کارتھیج کی کونسل سے پیشتر کوئی اور ہی پاک نوشتے مسیحی عبادت گاہوں میں پڑھے جاتے تھے۔ جو اس کونسل کے حکم کے مطابق منسوخ قرار دیئے گئے۔

بائبل کا موجودہ متن

کسی کتاب کے شرح و حواشی تو ہزاروں ہو سکتے ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن کتاب کا متن اگر تبدیل ہو جائے تو سمجھئے کہ کتاب کا قالب نہیں بلکہ اس کی

روح بدل کر کچھ اور کا اور ہو گئی۔ متن کتاب کی اصل عبارت کا نام ہے۔ اگر وہ بدل جائے تو سمجھو کتاب بدل گئی۔ لہٰذا جب ہم کہتے ہیں (بائیبل کے متن کی قسمیں) تو اس کے معنی ہیں (بائیبل کی قسمیں)۔

"ہماری کتب مقدسہ" کے فاضل مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر توراتِ و انجیل یعنی بائیبل کے متن کی اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سب سے زیادہ معتبر متن انہوں نے "غیر جانبدار متن" قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"متن کی ایک اور قسم جو غیر جانبدار یا سکندریہ کا متن کہلاتا ہے دراصل بڑے ویٹیکینس نسخہ اور نسخہ سینے ٹی کس کا متن ہے۔ ویسٹ کوٹ اور ہورٹ اسے بہت ہی معتبر تصور کرتے تھے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ متن ان سب متنوں میں سے جو ہمارے پاس موجود ہیں اصل کی حقیقی نقل ہے۔"

محولہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ مسیحی علماء کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر متن غیر جانبدار متن ہے۔ اور غیر جانبدار متن کے معنی غیر جانبدار لوگوں کا لکھا ہوا متن اور غیر جانبدار لوگوں سے مراد وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے۔ بلکہ روما کی بت پرست حکومت کے غاشیہ بردار بادے کی پوجا کرنے والے فلسفی تھے۔ چنانچہ "سفتادی ترجمہ" کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف نے صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے۔ "نومینس نے کہا ہے کہ افلاطون کون ہے۔ یوں کہئے کہ موسیٰ ایتھنس کی زبان بول رہا ہے۔"

اسی سفتادی ترجمہ کا ذکر صفحہ ۳۲ پر بھی ہے۔ لکھتے ہیں:-

"پرانے عہد نامہ کا یونانی ترجمہ جسے سفتادی ترجمہ کہتے ہیں۔ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ترجمہ سکندریہ میں تیسری صدی قبل از مسیح میں

شروع ہوا اور یونانی زبان بولنے والوں نے اسے اپنی بائیبل تسلیم کیا۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے میسوریٹک متن کی تصحیح ہوتی ہے۔ مسیحی کلیسیا نے اس کو عہدِ عتیق کا مستند ترجمہ تسلیم کیا اس لئے یہودیوں نے اسے ترک کر دیا"۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ سکندریہ کے فلاسفہ کی تیار کردہ اس تورات کو یہودیوں نے صرف اسی لئے ترک نہیں کیا کہ مسیحی کلیسیا نے اس کو مستند تسلیم کر لیا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سامری ترجمہ اور اس ترجمہ میں چھ ہزار مقامات پر اختلاف تھا۔ چنانچہ فاضل مصنف سامری نسخہ کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۳۴ پر رقمطراز ہے کہ:-

"کہا جاتا ہے کہ یہ نسخہ مسیحی صدی کے آغاز میں تیار ہوا تھا۔ قریباً چھ ہزار جگہوں میں اس کا متن میسوریٹک نسخہ سے مختلف ہے ان اختلافات میں سے اکثر ایسے ہیں جو غیر ضروری گرامر کے اختلافات ہیں، یا کچھ اور ہیں جو جان بوجھ کر عمل میں لائے گئے ہیں"۔

اللہ اکبر جس کتاب کے مطویات و مدارج کو چھ ہزار مقامات سے کھرچ کھرچ کر نئی نئی رنگ آمیزیوں کے ساتھ جان بوجھ کر ممسوخ کر دیا گیا ہو اور پھر ان رنگسازوں کے متعلق اتنی خبر بھی نہ ہو کہ وہ خدا کی ہستی تک کے بھی قائل تھے یا منکر تھے۔ تو ایسی کتاب کے ہزار در ہزار ترجمۃ الترجمۃ الترجمہ نسخوں کی ورق گردانی کر کے یہ کہنا کہ چونکہ پیغمبر آخر الزمان کے ظہور قدسی کی بشارت اس کتاب میں موجود نہیں، اس لئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے پرلے درجے کی ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ سے

به بال دیگرے چوں مے پر دکس
بحیرتم میردم ایں طرفہ مرغی است

پادری ولیم میچین صاحب ایم ۔ اے اپنی کتاب "مسیحی مسائل"
کے صفحہ ۱۷ پر رقمطراز ہیں :۔

"بائیبل میں الہام نہیں ۔ بلکہ الہام کا بیان پایا جاتا ہے ۔ زندہ کلام قانونوں کا مجموعہ نہیں ۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ بائیبل ایک قسم کا معمہ ہے ۔ جس کو حل کرنے سے ہم کو آئندہ واقعات کا علم ملے گا وہ بائیبل کی بے عزتی کرتے ہیں"۔

محولہ بالا سطور میں فاضل مصنف نے مندرجہ ذیل چار امور کی واشگاف الفاظ میں صراحت کر دی ہے :۔

اولاً یہ کہ ۔ بائیبل الہامی کتاب نہیں ہے ۔ یعنی یہ وہ کتاب نہیں جو مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ۔

ثانیاً یہ ۔ کہ اس کتاب میں لوگوں نے الہام کا بیان ادھر اُدھر سے سن سنا کر نقل کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کن لوگوں نے نقل کیا ؟ اور کون سے ذرائع استعمال کئے ؟ اس بات کا جواب قارئین کرام انہیں اوراق میں مطالعہ کر چکے ہیں ۔

ثالثاً یہ کہ ۔ بائیبل قانون کا مجموعہ نہیں ۔ اس کا مطلب یہ کہ بائیبل انسان کی تمدنی اور معاشرتی زندگی کی رہنما نہیں ۔ اسے اجتماعی زندگی کے کسی نظام کا دستور العمل قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ یہ انہیں لوگوں کے کام آسکتی ہے جو دنیا سے رست ہو کر پتھر اور دھات کے زمانے کی انفرادی زندگی بسر کرنے کے خواہشمند ہوں ۔

رابعاً یہ کہ ۔ حیات بعد الممات کے احوال چونکہ وحیٔ الٰہی کے ذریعہ فقط انبیاء علیہم السلام پر ہی منکشف ہو سکتے ہیں ۔ اور موجودہ بائیبل سرے سے الہام کی کتاب ہی نہیں اس لئے پادری صاحب فرما رہے ہیں کہ آئندہ واقعات یعنی اخروی زندگی کے خط و خال

اس کتاب میں ڈھونڈنا اس کتاب کے درجہ اور مرتبہ میں غلو کی حد تک افراط کرکے اس کتاب کی بے عزتی کرنا ہے۔

صفحہ ۱۷ کی محولہ بالا عبارت کے بعد اس نے اگلی سطور میں پادری صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھنے والے بائیبل کو (جس کو کلیسیا کے بزرگوں نے لکھا اور جس کی حفاظت یہودی اور مسیحی کلیسیا نے کی) اس لیئے الہامی مانتے ہیں کہ اس میں انہوں نے مسیح کو پایا۔ اور پاتے رہتے ہیں۔ بائیبل کے تمام مضامین کا معیار اور ان کی منزلِ مقصود مسیح ہے"

مندرجہ بالا سطور میں پادری صاحب نے عیسائیوں کا بائیبل کے غیر الہامی ہونے کے باوجود الہامی تسلیم کرنے کا مقصد بیان کیا ہے کہ وہ بائیبل کے ساتھ اس لیئے چمٹے رہنا چاہتے ہیں کہ اس میں سیدنا مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے ورنہ الہامی اعزاز و امتیاز کی رُو سے یہ کتاب ان کے نزدیک کسی تعظیم و تکریم کی مستحق نہیں۔

لیکن میں پادری صاحب کی خدمت میں تعظیمات واجبہ کے ساتھ یہ التماس کروں گا کہ اے محبِ مسیح فاضل! اگر آپ کو معلوم ہے تو تجاہل عارف سے کام نہ لیں اور اگر معلوم نہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی حدیث میں نے ان اوراق میں نقل کر دی ہے۔ اس حدیث کا مطالعہ کریں۔ کہ کَانَ مُلُوْکٌ بَعْدَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَدَّلَتِ التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بادشاہوں نے تورات اور انجیل کو بدل دیا تھا۔ پھر ذرا اس بات پر بھی غور کیجئے کہ تورات اور انجیل کو بدل دینے والے بادشاہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوست تھے یا دشمن؟ جس حکومت نے آپکے

عقیدہ کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی کے پھٹے پر چڑھا کر ان کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی کیلیں ٹھونکیں۔ کیا وہ سفاک حکومت آپ کو تعظیم عیسیٰ اور حب مسیح علیہ السلام کا کوئی درس دے سکتی ہے؟ ملاحظہ فرمائیے کہ (آپ کے نزدیک) قاتلانِ مسیح کی شان میں تو اس انجیل میں یہ قصاید درج ہیں کہ :۔

(۱)۔ "خداوند کی خاطر انسان کے ہر ایک انتظام کے تابع رہو۔ بادشاہ کے اس لئے کہ وہ سب سے بزرگ ہے۔ اور حاکموں کے اس لئے کہ وہ بدکاروں کی سزا اور نیکوکاروں کی تعریف کے لئے اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ کیونکہ خدا کی یہ مرضی ہے کہ تم نیکی کرکے نادان آدمیوں کی جہالت کی باتوں کو بند کر دو۔"

(۱۔ پطرس ۲ : ۱۳ تا ۱۵)۔

(۲)۔ "اے نوکرو! بڑے خوف سے اپنے مالک کے تابع رہو نہ صرف نیکوں اور حلیموں ہی کے بلکہ بدمزاجوں کے بھی"۔ (۱۔ پطرس ۲ : ۱۸)

(۳)۔ "اے نوکرو! جو جسم کی رو سے تمہارے مالک ہیں اپنی صداقت دلی سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے ان کے ایسے فرمانبردار رہو جیسے مسیح کے اور آدمیوں کو خوش کرنے والوں کی طرح دکھاوے کے لئے خدمت نہ کرو۔ بلکہ مسیح کے بندوں کی طرح دل سے خدا کی مرضی پوری کرو۔ اور اس خدمت کو آدمیوں کی نہیں۔ بلکہ خداوند کی جان کر جی سے کرو" (افسیوں ۶ : ۵ تا ۷)۔

ایک معصوم اور بے گناہ جلیل القدر پیغمبر کو تختہ دار پر کس دینے والی خونخوار اور بت پرست حکومت کے طوق غلامی کو زیب گردن کیے رکھنے کی تو یہ تاکیدیں ہو رہی ہیں اور جسے سُولی پر چڑھا یا گیا اس کے حق میں یہ فتوے ہے کہ وہ (نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ) ایک لعنتی شخص تھا

اور ملعون بھی اس وجہ سے کا کہ اگر اسے جلد از جلد زیر زمین دفن نہ کر دیا جاتا تو اس کی نحوست سے یروشلم کے علاقے کی مقدس سرزمین کا چپہ چپہ نجس ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو (گلتیوں ۳ : ۱۳)۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے" (گلتیوں ۳ : ۱۳)۔

یہ فتوے عہد عتیق کے جس حکم کے ماتحت عہد جدید کے مصنفین نے صادر کیے ہے وہ کتاب استثنا ۲۱ : ۲۲، ۲۳ پر مندرج ہے۔

"اور اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تو اسے مار کر درخت پر ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے دفن کر دینا۔ کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ تا نہ ہو کہ اس ملک کو ناپاک کر دے جسے خداوند تیرا خدا تجھ کو میراث کے طور پر دیتا ہے"۔ (استثنا ۲۱ : ۲۲، ۲۳)۔

جو انجیل قائلان مسیح کو خدا کا درجہ دے رہی ہے اور مسیح کو ملعون کہہ کر گالیاں دے رہی ہے وہ انجیل قیصر کی ہے مسیح کی نہیں۔

؎ "بچشم خویش نگر سحر سامری ایں است"



حقیقتِ کفّارہ

ازاں انبوں کہ ساقی در مے افگند
حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

اگرچہ اسلام اور عیسائیت میں سیدنا مسیح علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع الی السّماء کے واقع میں قبل از مرگ اور بعد از مرگ کا اختلاف ہے لیکن اس بات پر دونوں مذہب متفق ہیں کہ روم کے تعیّش پسند ملوک جبابرہ نے مسیح علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات کو اپنی لمن الملکی کے خلاف ایک زبردست خطرہ محسوس کرتے ہوئے انہیں مصلوب کرنے کی کوشش کی۔ یا عیسائی عقیدہ کے مطابق یوں سمجھئے کہ انہیں سخت اذیتیں پہنچا کر مصلوب کر دیا۔ اور بعد ازاں مسیحیت کو اپنی سطوت و صولت کے خلاف ایک باغیانہ تحریک قرار دے کر اس نوخیز تحریک کو کچل دینے کے لئے اپنی پوری پوری عسکری قوّت صرف کر ڈالی اور مسیحی مومنین کو نہایت وحشیانہ اور بہیمانہ مظالم کا تختۂ مشق بنا کر ملک کے ہر گوشے سے چن چن کر قتل کیا گیا۔ خونِ ناحق کی ندیاں بہائی گئیں انجیل مقدس کے لکھوکھا نسخوں کے انبار نذرِ آتش کر کے الاؤ تاپے گئے۔ ملک کے چپّے چپّے میں سراغ لگا لگا کر ایک ایک نسخہ تلف کیا گیا الغرض قصّہ چہ کنی سخن دراز است۔

مسیحیت پر حکومت روما کے جبر و تشدد کی فہرست بہت

طویل ہے ۔ اور ہر ظلم ایک دوسرے سے زیادہ شدید اور زیادہ سنگین ہے ۔ لیکن وہ ناقابلِ اندمال زخم جو ہر صاحب دل فردِ بشر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تڑپاتا رہے گا ۔ وہ خدا کے لاڈلے پیغمبر کے واقعۂ قتل کو کمال عیاری کے ساتھ ایک کارِ ثواب کا رنگ دے کر اور ہر عیسائی کو اپنا گردیدہ احسان کر کے اپنی قابلِ صد لعنت کردار شنیعہ میں برابر کا شریک بنا لینا ہے ۔

ہیکلِ صورت این واقعہ حیران مارا

الغرض موجودہ انجیل سیدنا مسیح علیہ السلام کو ملعون کی گالی دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتی ۔ بلکہ انہیں ایک ایسا دنبہ قرار دیتی ہے جسے ذبح کرنا کارِ ثواب تھا ۔ اور اس کا خون پینا ۔ اسکا گوشت چبانا ۔ اس کی بوٹیاں نوچنا اور اس کی ہڈیاں چوسنا ایک ایسی عبادت تھی جس کے برابر دنیا میں آج تک کوئی عبادت معلوم نہیں ہو سکی ۔ ملاحظہ ہو یوحنا ۱ : ۲۹ ۔

" دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا ۔ کہ دیکھو یہ خدا کا برہ ہے جو دنیا کے گناہ اٹھائے جاتا ہے "

برہ کے معنی ہیں بھیڑ کا بچہ یعنی لیلا ۔ خدا کا برہ ہے ۔ یعنی جس طرح بھیڑ بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے ۔ خدا نے اسے بھی اسی کام کے لئے بھیجا ہے ۔ بائبل کو ذرا پھر اٹھائیے ۔ یوحنا ۶ : ۵۲ نکال کر پڑھیئے لکھا ہے کہ :

" پس یہودی یہ کہہ کر آپس میں جھگڑنے لگے کہ یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکر کھانے کو دے سکتا ہے ۔ یسوع نے ان سے کہا ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم ابنِ آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اس کا خون نہ پیو تم میں زندگی نہیں ۔ جو میرا گوشت

کھاتا اور میرا خون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے اور میں اسے آخری دن پھر زندہ کروں گا۔ کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز ہے اور میرا خون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے وہ مجھ میں قائم رہتا ہے۔ اور میں اُس میں۔" (یوحنا ۶ : ۵۲)۔

محولہ بالا جملوں کا مطلب یہ کہ مسیح ایک برّہ یعنی قربانی کا جانور تھا (نقل کفر کفر نہ باشد) وہ اپنے شاگردوں کو سمجھاتا تھا کہ میرا خون حقیقی معنوں میں پینے کے قابل ہے اور میرا گوشت اپنے اصلی معنوں میں کھانے کی چیز ہے۔ لیکن اس کے شاگردوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی۔ بالآخر حکومت نے یہ بات سمجھ لی۔ اور اسے ذبح کر دیا۔ حکومت روما کے انجیل نگار اہلکاروں کا مقصد اس افسانہ سازی سے یہ ہے کہ جس طرح قربانی کے جانور کو ذبح کرنے والا شخص ثواب کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح جس حکومت نے مسیح علیہ السلام کو ذبح کیا وہ حکومت قابل مذمت نہیں۔ بلکہ قابل تحسین و آفرین اور عنداللہ مستحق ثواب ہے۔ کیونکہ مسیح کو قتل کر کے اس نے اپنے اگلے پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ بلکہ قیامت تک جس قسم کا بھی کوئی گناہ سطح ارض پر ظہور پذیر ہونے والا تھا اس کی بھی پیشگی کے طور پر نقد قیمت ادا کر ڈالی۔ اب کوئی گناہ حقیقت میں گناہ ہی نہیں رہا۔ شرط صرف یہ ہے کہ کسی گرجا میں جا کر بپتسمہ لے لو اور قتل مسیح میں اپنی شراکت کا اظہار کر دو اور وہ اس طرح کہ پادری صاحب آپ کو شراب کا پیالہ دیں گے اور کہیں گے کہ یہ مسیح کے خون کا پیالہ ہے۔ آپ

اُسے غٹ غٹ پی جائیں اور اگر وہ آپ کو روٹی دیں تو آپ یہ سمجھ کر اسے توڑیں کہ یہ مسیح کی ہڈیاں ہیں جنہیں میں توڑ رہا ہوں. اس عبادت کا نام ہے پاک شراکت ۔ پادری صاحبان کا خیال ہے کہ وہ شراب مسیح کا خون ہو گی اور شوربے میں جو بڈی بوٹی ہو گی وہ فی الحقیقت مسیح کی ہڈی بوٹی ہو گی ملاحظہ ہو مسیحی ہمائی صفحہ ۲۲ ۔

"یہ میرا بدن ہے .... یہ میرا خون ہے". ان الفاظ پر بہت بحث ہوئی ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کا مطلب یہ ہے ۔ کہ روٹی اور مے بدل کر مسیح کا بدن اور خون بن گئے اور نیز جب خادم دین تقدیس کے وقت یہ الفاظ دہراتا ہے تو خدا اس کی دعا سے روٹی اور مئے کو تبدیل کر دیتا ہے اس لئے کلیسیائے روم میں تقدیس شدہ روٹی کی تعظیم کی جاتی ہے اور وہ ہینسٹ کہلاتی ہے۔"

اب قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ جن لوگوں کو موجودہ انجیل نے یہ تعلیم دے رکھی ہو کہ اگر سیدنا مسیح علیہ السلام کی شہ رگ کا خون میسر نہ ہو سکے تو شراب کے پیالے کو ہی اس کا خون تصور کر کے چڑھا جاؤ اور اگر اس کے بدن کی بوٹیاں نوچنے اور اس کی ہڈیاں توڑنے کا موقع حاصل نہ ہو تو فقط روٹی کو ہی اس کی ہڈیاں سمجھ کر توڑ دو ۔ کیونکہ مسیح کا خون پینا اور اس کی بوٹیاں نوچنا تمام عبادتوں سے افضل ترین عبادت ہے ۔

تو خیال فرمایئے کہ بالفرض اگر مسیح علیہ السلام آج دنیا میں نمودار ہو جائیں تو کیا یہ لوگ اپنے رہے سہے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے انہیں از سر نو ذبح کر کے ان کا تازہ تازہ اور گرم گرم خون پینے کے لئے تیار نہ ہوں گے؟ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں التجا کروں گا۔ کہ ؎

تھے ترے خوں کے طلبگار کلیسا والے
دعوئے قیصریہ نہ محشر میں مسیحا کرنا

(عتیق)

مسئلہ ابنیت

ایں چنیں تہمتہاں منہ بر اہل حق
کیں خیالِ تست برگرداں ورق

یونان کے مادہ پرست فلاسفہ اور روم کے شہنشاہ پرست حکماءؔ نے رسولی مذہب کے خلاف اپنی خطرناک سازش کی ایک شق یہ بھی قرار دے رکھی ہے۔ کہ انبیاء اللہ کی مقدس ہستیوں پر کیچڑ اچھال کر ان کی پاکیزہ اور بے لوث زندگی کو اخلاقی جرائم اور معصیت کے بدنما دھبوں سے داغدار کر دیا جائے" تاکہ لوگ ان کی تقلید کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار کر دینِ ملوک کی طرف رجوع کرتے رہیں چنانچہ اس مذموم

مقصد کے ماتحت انہوں نے اپنی مولّفہ و مصنفہ بائیبل میں انبیاء علیہم السلام پر ایسے ایسے فحش بہتان تراشے ہیں کہ الامان والحفیظ ۔ دل تو چاہتا ہے کہ ان تمام اتہامات کا ایک ایک لفظ قارئین کرام کے سامنے لا رکھوں۔ لیکن یہ مختصر مجموعہ اوراق اس طویل فہرست کا متحمل ہوتا نظر نہیں آتا۔ ہلٰذا بطور نمونہ از خروارے عرض کئے دیتا ہوں۔

۱:۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا خدا کے ساتھ کشتی لڑنے اور اپنے (خدا کو) چاروں شانے چیت گرانے کا بیان، ملاحظہ ہو کتاب پیدائش ۳۲ : ۲۴ تا ۳۱۔

۲:۔ حضرت لوط علیہ السلام کا شراب کی بیہوشی میں لڑکیوں کے ساتھ زنا کرنے کا بیان۔ ملاحظہ ہو کتاب پیدائش ۱۹ : ۳۰ تا ۳۸۔

۳:۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے روبن کا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کا بیان۔ ملاحظہ ہو کتاب پیدائش ۳۵ : ۲۱۔

۴:۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ننگے ہو کر ناچنے کا بیان۔ ملاحظہ ہو ۲۔ سموئیل ۶ : ۲۰ تا ۲۳۔

۵:۔ حضرت داؤد کے بیٹے امنون کا اپنی بہن تمر کے ساتھ زنا کرنے کا بیان۔ ملاحظہ ہو۔ ۲۔ سموئیل ۱۳ : ۱ تا ۲۰۔

۶:۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی زناکاری کا بیان۔ ملاحظہ ہو۔ ۲ سموئیل ۱۱ : ۳ تا آخر باب۔

۷:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بت پرستی کرنے کا بیان۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۔ سلاطین ۱۱ : ۱ تا ۱۱۔

الغرض کہاں تک عرض کروں۔ بائیبل نویسوں نے آدم علیہ السلام سے لیکر مسیح علیہ السلام تک خدا کی طرف سے مبعوث ہونے والے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو بیک جنبشِ قلم چور اور ڈاکو قرار دے دیا ہے۔

لکھتے ہیں :-

"پس یسوع نے ان سے پھر کہا۔ تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔ مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی"۔ یوحنا ۱۰ : ۷، ۸۔

متذکرۃ الصدر حوالہ جات پڑھ سُن کر بعض عیسائی دوست کہہ دیا کرتے ہیں کہ ؎

غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں
دُنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

اگر بائیبل نے جمیع انبیاء علیہم السلام پر خشت باری کی ہے تو ہمیں کیا؟ وہ یسوع مسیح کی تو ثنا خوانی کر رہی ہے نا۔ لیکن میں ایسے دوستوں کو علی الاعلان کہتا ہوں کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ جس ظالم حکومت نے بیگناہ مسیح کو پھانسی کے پھٹے پر کیلیں ٹھونک ٹھونک کر مارا تھا اس ظالم حکومت کو بائیبل کا "بہترین متن" تیار کرنے وقت مسیح علیہ السلام پر کچھ ترس آ گیا تھا اور مسیح کے حق میں اس کے قلم سے کوئی خیر کا کلمہ ٹپک پڑا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

آپ عہد جدید کا از اول تا آخر مطالعہ کر جائیے۔ آپ کو اناجیل کے پورے طومار میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی شان میں کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جو تاکید الذم بما یشبہ المدح کے مذموم مقصد کے سوا فقط مدح مسیحؑ کے لئے ہی استعمال کیا گیا ہو ؎

زیاران لباسی کے نمازِ عاشقاں آید
وضو بسیار دشوار است این تنگ آستیناں را

بائیبل کلمۂ "ابن اللہ" کو مقولۂ ابلیس قرار دے رہی ہے

بائیبل میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ابن اللہ کے الفاظ دیکھ کر عیسائی حضرات اس مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شاید یہ کلمات منزل من اللہ ہیں اور خدا نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) اپنا بیٹا کہہ کر پکارا ہے۔ لیکن وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بائیبل نے یہ الفاظ تاکید الذم بما یشبہ المدح کے طور پر استعمال کرکے مسیح علیہ السلام کی وہ قدح کی ہے کہ اس سے زیادہ کسی پیغمبر کی توہین ہو ہی نہیں سکتی۔ لوقا ۴ : ۴۱ پر ہے :-

"وَكَانَتْ شَيَاطِينُ أَيْضًا تَخْرُجُ مِنْ كَثِيرِينَ وَهِيَ تَصْرُخُ وَتَقُولُ أَنْتَ الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ فَانْتَهَرَهُمْ وَلَمْ يَدَعْهُمْ يَتَكَلَّمُونَ لِأَنَّهُمْ عَرَفُوهُ أَنَّهُ الْمَسِيحُ" (لوقا ۴ : ۴۱)

اردو انجیل میں شیاطین کا ترجمہ "بدروح" کے لفظ سے کیا گیا ہے اور محولہ عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل الفاظ میں ہے :- "اور بدروحیں بھی چلا کر اور یہ کہہ کر کہ تو خدا کا بیٹا ہے بہتوں میں سے نکل گئیں اور وہ انہیں جھڑکتا اور بولنے نہ دیتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ یہ مسیح ہے۔"

شیاطین کو "ابن اللہ" کے کلمہ سے روکنے کا ایک عجیب و غریب واقعہ انجیل متی ۸ : ۲۸ تا ۳۲، مرقس ۵ : ۱ تا ۱۴ اور لوقا ۸ : ۲۶ تا آخر باب کے دروس دابواب میں الفاظ کے معمولی اختلاف کیساتھ مندرج ہے۔ وھو ھذا :- "اور وہ جھیل کے پار گراسینیوں کے علاقہ میں پہنچے اور جب وہ کشتی سے اترا تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک روح تھی قبروں سے نکل کر اس سے ملا۔ وہ قبروں میں رہا کرتا تھا اور اب کوئی اسے زنجیروں سے بھی نہ باندھ سکتا تھا کیونکہ وہ بار بار بیڑیوں اور زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ لیکن اس نے زنجیر

کو توڑا اور بیڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا اور کوئی اُسے قابو میں نہ لا سکتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ رات دن قبروں اور پہاڑوں میں چلاتا اور اپنے تئیں پتھروں سے زخمی کرتا تھا۔ وہ یسوع کو دور سے دیکھ کر دوڑا اور اسے سجدہ کیا اور بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ اے یسوع خدا تعالیٰ کے فرزند مجھے تجھ سے کیا کام۔ تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے عذاب میں نہ ڈال۔ کیونکہ اس نے اُس سے کہا تھا۔ اے ناپاک روح اس سے نکل آ۔ پھر اس نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے اس سے کہا میرا نام لشکر ہے۔ کیونکہ ہم بہت ہیں۔ پھر اس نے اس کی بہت منت کی کہ ہمیں اس علاقہ سے باہر نہ بھیج اور وہاں پہاڑ پر سؤروں کا ایک بڑا غول چر رہا تھا۔ پس انہوں نے اس کی منت کر کے کہا کہ ہم کو ان سؤروں میں بھیج دے تاکہ ہم ان میں داخل ہوں۔ پس اس نے ان کو اجازت دی اور ناپاک روحیں نکل کر سؤروں میں داخل ہو گئیں اور وہ غول جو کوئی دو ہزار کا تھا۔ کڑاڑے (کنارے) پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور جھیل میں ڈوب مرا۔" مرقس ۵: ۱ تا ۱۴۔

محولہ بالا عبارت میں جہاں بدروح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے عربی انجیل میں وہاں ہر مقام پر شیطان یا شیاطین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس واقعہ سے پیشتر کسی بھی انجیل میں کسی انسان کا مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر پکارنا ثابت نہیں۔ اس لئے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ کلمہ فقط مقولۂ شیطان تھا۔ اور مسیح علیہ السلام شیاطین کو اس کلمۂ کفر سے روکتے اور جھڑکتے رہے بلکہ انہیں سزا کے طور پر باذن اللہ سؤروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اگر یہ کلمہ باعث نجات ہوتا اور اس کلمہ پر دین عیسوی کی بنیاد ہوتی تو سب شیاطین عیسائی ہونے میں

السابقون الاوّلون کا درجہ حاصل کر چکے ہوتے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے انہیں اس کلمہ سے روکنے اور جھڑکنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اب حکومت رُوما کی طرف سے بائیبل کا بہترین متن تیار کرنے پر مامور اہلکاروں کی ہوشیاری ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے "تاکید الذم بمایشبہ المدح" کس انداز سے ادا کی ہے۔ پہلے تو وہ اس کلمہ کا مقولۂ شیاطین ہونا بیان کرتے ہیں اور مسیح علیہ السلام کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ شیاطین کو ایسا کہنے سے روکتے اور جھڑکتے تھے۔ پھر بڑی دیدہ دلیری اور شوخ چشمی سے یہ کہتے ہوئے کچھ جھجک محسوس نہیں کرتے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام خود بھی اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ شیاطین کی مشہور کی ہوئی بات صحیح ہے اور واقعی میں خدا کا بیٹا ہوں۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر انجیل کا مطالعہ اس حقیقت کو مدّنظر رکھ کر کیا جائے کہ یہ کتاب ایک ایسی خونخوار اور سنگدل حکومت کے وظیفہ خوار لوگوں کی لکھی ہوئی ہے جس بیرحم حکومت نے محض اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر مسیح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو تختۂ دار پر لا کھڑا کیا تھا۔ تو یہ معمّہ خود بخود حل ہو سکتا ہے۔ کہ یہ مامور من الملوک بائیبل نویس حضرات سیدنا مسیح علیہ السّلام کو خدائے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ کا سچا پیغمبر کہنے کی بجائے اُسے شیاطین کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کا مصداق قرار دینے کی ایک خطرناک سازش کی منصوبہ بندیوں میں کیوں مصروف ہیں ؎

جو ہے پردے کے اندر چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے



بشارتِ جبریلؑ

کہا جائیگا۔ کہ شیاطین سے پہلے جبریل امین نے حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دیتے وقت بھی کہا تھا کہ وہ مولودِ مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا۔ جیسا کہ لوقا ۱ : ۳۵ میں ہے۔ کہ "اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اس سبب سے وہ مولودِ مقدس خدا کا بیٹا کہلائیگا"۔ لیکن نعم ما قیل بحسب الحال ہذا کہ

توجیہ دانی تا نیوشتی قالِ شاں
زانکہ پنہاں نیست برتو حالِ شاں

یہاں بائیبل کا اردو ترجمہ لکھنے والوں نے "خدا کا بیٹا کہلائیگا" کا جو جملہ استعمال کیا ہے۔ اس میں کہلائیگا کا لفظ قارئین بائیبل کو اس مغالطہ میں ڈال رہا ہے کہ وہ مولودِ مقدس اپنی رضا و رغبت سے اس بات کا خواہشمند ہوگا کہ لوگ اسے "خدا کا بیٹا" کہیں۔

لیکن عربی انجیل میں مغالطے کا یہ چکر موجود نہیں وہاں اس جملہ کو ان الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے "یُدْعیٰ اِبْنُ اللّٰہ" صاف ظاہر ہے کہ بائیبل کے اردو مترجمین نے "یُدْعیٰ" کے معنیٰ کہلائیگا" کے کئے ہیں۔ جو قطعاً غلط ہیں۔ "یُدْعیٰ" مضارع مجہول کا واحد غائب مذکر کا صیغہ ہے۔ جس کے صحیح معنیٰ ہیں۔ "وہ پکارا جائے گا" اور بائیبل کے اردو ترجمہ کا لفظ "کہلائے گا" فعل مستقبل واحد غائب کا صیغہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مضارع کا ترجمہ مستقبل میں کرنا جائز سہی لیکن کسی فعل مجہول کا

ترجمہ نقل معروف میں کر دیا کہاں کی دیانت داری ہے۔ "یدعی ابن اللہ" کے معنی ہیں اُسے ابن اللہ پکارا جائیگا یعنی پکارنے والا کوئی اور ہوگا۔ وہ خود نہیں کہے گا کہ مجھے یہ کہہ کر پکارو۔ اُسے ابن اللہ کہہ کر کون پکاریگا فرشتے کی محولہ بالا البشارت میں اس سوال کا جواب موجود نہیں۔ اور اس کے موجود نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے کو اس بات کا علم تھا۔ کہ مریم صدیقہ جیسی ولی اللہ مؤمنہ اس بات سے بے خبر نہیں ہے کہ یہ مشرکانہ الفاظ کس کے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے فرشتے نے ابن اللہ کہہ کر پکارنے والے کا نام بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور خود بائیبل شاہد ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام یہ مقولۂ شیاطین کبھی اپنی زبان پر نہیں لائیں۔ اور زندگی بھر انہوں نے کبھی بھی اپنے بیٹے مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر نہیں پکارا۔ البتہ قارئین کرام سطور گذشتہ میں ایک ایسے لشکر کا ذکر مطالعہ کر چکے ہیں جس نے سب سے پہلے مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر پکارا تھا اور پھر وہ لشکر سؤروں کی شکل میں مسخ ہو کر جھیل میں ڈوب مرا تھا۔ انجیل کہتی ہے کہ وہ لشکر شیاطین کا تھا۔ اور اس میں دو ہزار شیطان مسیح علیہ السلام کو "اِبْنُ اللّٰہ" کہہ کر پکارنے میں ہم آواز تھے۔ ملاحظہ ہو لوقا ۸ : ۲۲ تا ۳۳۔ اور یہ دیکھنے کے لئے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام برضا و رغبت خود شیاطین سے یہ کلمۂ کفر کہلواتے تھے یا اس کلمۂ کفر سے ناراض ہو کر شیاطین کو جھڑک دیا کرتے تھے۔ قارئین کرام کو لوقا ۴ : ۴۱ کے درس کا مطالعہ کرنا چاہیئے جہاں لکھا ہے کہ :-

"وَكَانَتْ شَيَاطِينُ اَيْضًا تَخْرُجُ مِنْ كَثِيْرِيْنَ وَهِيَ تَصْرُخُ وَتَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ فَانْتَهَرَهُمْ وَلَمْ يَدَعْهُمْ يَتَكَلَّمُوْنَ .... الخ۔

ترجمہ اردو :- اور (شیاطین یعنی) بد روحیں بھی چلا کر اور یہ کہہ کر کہ تو "خدا کا بیٹا" ہے بہتوں میں سے نکل گئیں اور وہ انہیں جھڑکتا اور بولنے نہ دیتا تھا .... الخ۔

محولہ بالا ابواب و دروس اس امر کے مصدق ہیں کہ جبریل امین جب مریم صدیقہ علیہا السلام کو بشارت دے رہے تھے تو یقیناً ابن اللہ سے ان کی مراد یہ تھی کہ اس مولودِ مقدس کو شیاطین ابن اللہ کہہ کر پکاریں گے۔

چنانچہ مریم صدیقہ علیہا السلام نے اس کلمۂ کفر کو ہمیشہ شیطان کا طوفان ہی تصور کیا اور اپنے فرزند کو کبھی کسی وقت بھی ابن اللہ کہہ کر نہیں پکارا۔

"ایک آسمانی آواز"

بعض عیسائی دوست کہیں گے کہ متی ۳ : ۱۷ میں ایک آسمانی آواز کا ذکر بھی بایں الفاظ موجود ہے کہ "اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں" میں تسلیم کرتا ہوں کہ متی کے علاوہ مرقس ۱ : ۱۱ ، اور لوقا ۳ : ۲۲ میں بھی اس آواز کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مسیح علیہ السلام کی قاتل حکومت کے ان وظیفہ خوار بائیبل نویسوں کی اس عیاری کو کیا کیا جائے کہ وہ ہر جگہ تاکید الذم بما یشبہ المدح کے طریق پر ہی بات کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں انہوں نے آسمانی آواز کا ذکر تو کر دیا ہے لیکن یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ وہ آواز

کس کی تھی۔ جب انجیل خدا کو بھی آسمان کا مکین سمجھتی ہے اور شیطان کی آسمانوں پر آمد و رفت کی بھی قائل ہے تو میرے عیسائی دوست یہ اندازہ کس طرح لگا لیتے ہیں کہ آسمان سے جو آواز آئے وہ خدا کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ جو شیاطین زمین پر مسیح علیہ السّلام کی ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود "ابن اللہ"۔ "ابن اللہ" کا شور برپا کرتے پھرتے تھے انہیں آسمان پر چڑھ کر اس قسم کی آواز دے دینے سے کونسی چیز مانع ہو سکتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ شیاطین آسمان پر نہیں جا سکتے تو یہ بات انجیل کے سراسر خلاف ہوگی۔ کیونکہ لوقا ۱۰ : ۱۸ میں ہے کہ "اس نے اُن سے کہا میں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرا ہوا دیکھ رہا تھا"۔

اگر شیطان آسمان پر نہ چڑھ سکتا ہوتا تو مسیح علیہ السّلام اُسے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آسمان سے اترتا ہوا کیسے دیکھ سکتے تھے۔ پھر ملاحظہ فرمایئے کہ اُس آسمانی آواز کے وقت یوحنا بپتسمہ دینے والا بھی موجود تھا۔ اور بپتسمہ لینے والے لوگوں کا ایک جمِ غفیر بھی موجود تھا۔ لیکن وہ آواز نہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کو سنائی دی نہ بپتسمہ لینے والے سینکڑوں لوگوں میں سے کسی ایک کے بھی کان تک پہنچی۔ پھر وہ آواز سُنی تو کس نے سُنی۔ انجیل کہتی ہے کہ شیطان نے سُنی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ یوحنا کے متعلق تو انجیل کہہ رہی ہے کہ "اور یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سُن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اُس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟" (متی ۱۱ : ۲، ۳)

مطلب ان دروس کا یہ کہ یوحنا نے آسمان کی آواز نہیں سُنی تھی۔ کیونکہ اگر وہ آسمان سے آواز سُن لیتے تو انہیں قید خانے سے اپنے شاگرد بھیجکر مسیح علیہ السّلام سے اُن کا تعارف حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی اور اس کے برعکس شیطان کے متعلق یہ انجیل نویس حضرات رقمطراز

ہیں کہ اُس نے اِس آواز کے بعد مسیح علیہ السلام کو جھٹ سے یہ مشورے دینے شروع کر دیئے تھے کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو پہاڑ سے چھلانگ لگا دے وغیرہ وغیرہ ملاحظہ ہو متی ۴ : ۱ تا ۱۱۔ اِن دروس میں اگر کا حرف شرط لگا کر شیطان کی گفتگو روایت کی گئی ہے جس میں یہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ شاید مسیح علیہ السلام " ابن اللہ " ہونے کے مدعی تھے اور شیطان اپنی شک رفع کرنے کے لئے ان سے معجزے طلب کر رہا تھا۔ لیکن اگر ان دروس کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کالشمس عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ مسیحؑ کو ابن اللہ کہنا شیطان کا اپنا من گھڑت ڈھکوسلہ تھا۔ اور وہ لعین " ابراز المعلوم فی صورۃ المشکوک " کے طریق پر اپنی ایک معلوم بلکہ اختراع کی ہوئی بات کا اظہار مشکوک صورت میں اس لئے پیش کر رہا تھا تاکہ دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے اُسے اپنے اس کلمۂ کفر پر ایک مستقل سند حاصل ہو جائے۔ اگر سیدنا مسیح علیہ السلام اس کے کہنے کے مطابق پتھروں کو روٹیاں بنانے کا معجزہ دکھا دیتے تو آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا یہ معجزہ اُس ملعون کے اس کلمۂ کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا۔ لیکن قربان جایئے اس جلیل القدر پیغمبر کی توحید پرستی اور حق پسندی پر کہ اس نے شیطان کے مسئولہ و مطلوبہ معجزات دکھانے کا انکار کر کے اپنی ذاتِ گرامی کے متعلق شیطان کے ایجاد کردہ کلمۂ کفر " اَلْمَسِیحُ ابْنُ اللّٰہِ " کی دھجیاں اڑا ڈالیں۔ بائیبل نویس حضرات اس کلمۂ کفر کو مسیح سے منسوب کرنے کی کوشش اس لئے کر رہے ہیں تاکہ وہ مسیح کے محضر نامۂ قتل کو مبنی بر عدل و انصاف قرار دے کر یہ کہہ سکیں کہ حکومت تو مسیحؑ کو مصلوب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن یہودی علماء نے اس پر یہ فتوے لگا دیا تھا کہ چونکہ یہ شخص اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اس لئے واجب القتل ہے۔ لہٰذا حکومت

نے مجبور ہو کر بادلِ ناخواستہ اسے تختہء دار پر چڑھا دیا تھا۔ ملاحظہ ہو یوحنا ۱۹ : ۶-۷ "جب سردار کاہن اور پیادوں نے اسے دیکھا تو چلا کر کہا مصلوب کر مصلوب۔ پیلاطس نے ان سے کہا کہ تم ہی اسے لے جاؤ اور مصلوب کرو۔ کیونکہ میں اس کا کچھ جرم نہیں پاتا۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ ہم اہلِ شریعت ہیں۔ اور شریعت کے موافق وہ قتل کے لائق ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بنایا۔" (یوحنا ۱۹: ۶،۷) الغرض پوری انجیل کا ملخص یہ ہے کہ ؎

واجب القتل اس نے ٹھیرایا
آیتوں سے روایتوں سے مجھے

مسئلۂ تثلیث

عارف از و پرست مگر اُو نمے شود ؎
آئینہ رو نما شود و رُو نمے شود

ذاتِ ربّ العالمین کے متعلق اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ خالق ہے ارض و سما کا۔ مالک ہے دار الفنار و دار البقار کا اس نے انسان اور اس کی تمام مایہ الاحتیاج اشیار کو پیدا کیا اور فقط کلمۂ کُن سے اس پُر رونق گلزارِ ہستی کو عدم محض سے منصّۂ شہود پر جلوہ گر بنایا۔ وہ ذات نہ جسم ہے نہ جسمانی۔ نہ جوہر ہے نہ عرض۔ نہ حال ہے نہ محل۔ وہ

جہت سے بے جہت ہے۔ نسبت سے بے نسبت ہے۔ وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ اس کی ذات بے چون و بے چگون ہے۔ جس طرح اس کی ذات بے چون و بے چگوں ہے۔ اسی طرح اس کی صفات بھی بے چون و بے چگوں ہیں۔ اس کی صفات زاید علی الذات ہیں یعنی اس کی ذات اس کی صفات سے تکمیل نہیں پاتی بلکہ وہ بنفس نفیس خود کامل ہے۔ وہ اپنی ذات سے موجود ہے۔ اپنی ذات سے حیّ ہے۔ اپنی ذات سے علیم ہے۔ اپنی ذات سے قدیر ہے۔ اپنی ذات سے سمیع ہے۔ اپنی ذات سے بصیر ہے۔ اپنی ذات سے کلیم ہے۔ اور اپنی ذات سے مکوّن ہے۔ وہ ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں نہ کوئی دوسرا خدا ہے۔ اور نہ کسی میں وہ صفات ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ علی الاطلاق حاکم ہے۔ کوئی اس کا وزیر نہیں کوئی اس کا مشیر نہیں۔ وہ ہادی ہے۔ اور انبیاء کے ذریعہ اپنی ذات و صفات سے انسان کی استعداد کے مطابق خبردار کرتا ہے۔ اور جو چیزیں دنیا و آخرت میں ہمارے لئے مفید یا مضر ہیں اُن سے اور اپنی رضامندی اور ناراضگی سے آگاہ فرماتا ہے۔ انسانی عقل انبیاء علیہم السلام کی وساطت کے بغیر اس کی کنہ حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتی۔ کیونکہ ؎

ذہن میں جو گر گیا لاانتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

تاریخ شاہد ہے کہ جون ۳۲۵ء کی نِکایا کی مجلس سے پیشتر ذات رب العالمین کے متعلق عیسائیت کا بھی وہی عقیدہ تھا۔ جو عقیدہ کہ اسلام دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ مسیحی مسائل صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳ پر پادری ولیم میچین صاحب ایم۔ اے رقمطراز ہیں۔ کہ

"پھر یہ تجربہ کی بات ہے کہ جب کلیسیا کہیں ثالوث ماننے میں کمزور ہو جاتی ہے تو اس کی روحانی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ بلکہ معدوم ہو جاتی ہے۔ کلیسیائے روم" انگلستانی کلیسیا"، "میتھوڈسٹ کلیسیا وغیرہ وغیرہ کی بشارتی خدمت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن کیا کسی نے یونیٹیرین (UNITARIAN) کلیسیا کی مشن بھی دیکھی ہے یونیٹیرین کلیسیا ایک ایسی کلیسیا ہے جو ثالوث کی تعلیم کو چھوڑ کر وحدت محض کو مانتی ہے۔ اس مسئلہ پر مسیحی کلیسیا کی زندگی کا دارومدار ہے لیکن یہ ضرور مشکل ہے کہ ثالوث کو وحدانیت کے ساتھ مانیں اور جب مسیحی لوگ خاص کر علماء اس پر غور کرتے ہیں تو مشکلیں پیش ہوتی ہیں۔ تاریخ میں یہی ہوا۔ رفتہ رفتہ ایسے الفاظ چنے گئے جن سے وحدانیت بھی ظاہر ہو اور باپ بیٹے پاک روح تینوں کی شخصیت اور الوہیت بھی۔ بعض اوقات سنگین غلطیاں ہوئیں۔ طرح طرح کی تعلیمیں پیش ہوئیں جو درحقیقت مسیحی تجربہ۔ پاک کلام اور مسئلہ نجات کے خلاف ہیں۔" مسیحی مسائل صفحہ ۱۴۲-۱۴۳ ۔

محولہ بالا سطور سے مندرجہ ذیل چار امور مترشح ہوئے :۔

اولاً یہ کہ عقیدۂ تثلیث نہ تو سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو دیا اور نہ ہی ان کے حواریوں نے اپنے عہد کے لوگوں کو اس عقیدہ کی تعلیم دی بلکہ رفتہ رفتہ مصلحتوں کے مطابق اس عقیدہ کے الفاظ چنے گئے۔

ثانیاً یہ کہ۔" خدا باپ۔ خدا بیٹا۔ خدا روح القدس لیکن تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا"۔ یعنی ثالوث کو وحدانیت کے ساتھ ماننا نہ صرف عوام کے لئے مشکل ہے بلکہ متبحر مسیحی علماء بھی جب اس مسئلے پر غور کرتے ہیں تو سوائے نئی نئی الجھنوں کے انکے پلے بھی کچھ نہیں پڑتا۔

ثالثاً یہ کہ مسیحی کلیسا اس عقیدے کی حقانیت اور صداقت کی کشش کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی زندگی کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو اس عقیدہ کے ساتھ وابستہ کئے ہوئے ہے کیونکہ اسکی زندگی کا دارومدار فقط اسی مسئلہ کیساتھ چمٹے رہنے پر ہی ہے۔

رابعاً یہ کہ یونیٹیرین کلیسیا جسے مسیح علیہ السلام کے حواریوں یعنی ایبونی گروہ کے ساتھ نسبت ہونے کا شرف حاصل تھا۔ چونکہ وہ خدا کی ذات کو اسلامی عقیدہ کے مطابق واحد اور لاشریک مانتی تھی اور اس عقیدہ تثلیث کو تسلیم نہ کرنیکی وجہ سے قیصر کی نافرمان تھی۔ لہذا پادری صاحب کی تحقیق کے مطابق آج وہ کلیسا صفحۂ ہستی سے بالکل نیست و نابود کیجا سکتی ہے۔ قارئین کرام انہیں اوراق میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی دو احادیث کا مطالعہ کر چکے ہیں جن میں مسیحی مؤمنین کی ملوک جبابرہ کے ہاتھوں قتل و غارت کا مفصل ذکر موجود ہے۔ پادری صاحب کا بیان ان احادیث کی صداقت کی شہادت پیش کر رہا ہے۔

مسئلہ تثلیث کے تدریجی ارتقار کی تاریخ بیان کرنے اور پھر اس پر تفصیلی بحث کرنے کی اس مختصر مجموعہ اوراق میں گنجائش نہیں۔ لہذا مختصراً اس کے متن کے متعلق اظہار خیال کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

عیسائی حضرات مسئلہ تثلیث کا متن بالعموم یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ "خدا باپ۔ خدا بیٹا اور خدا روح القدس لیکن تین خدا نہیں بلکہ ایک"۔ لیکن جب ان سے یہ پوچھا جائے کہ " اگر آپ کے بیان کردہ خداؤں کی اس جماعت کا ہر خدا اپنی جگہ پر مستقل بالذات اور حاکم علی الاطلاق خدا ہے تو ایک خدا جمع ایک خدا جمع ایک خدا پورے تین خدا ہوئے۔ آپ کا "بلکہ ایک خدا" کہنے کا کیا مطلب؟ اور اگر یہ تینوں

مل کر کوئی چوتھا نیا خدا بناتے ہیں تو یہ تینوں اپنی اپنی جگہ پر ناقص اور ادھورے خدا ہوئے۔ ان میں پورا خدا تو ایک بھی نہ رہا۔ تم ان تینوں کے ساتھ خدا کے لفظ کا پیوند کیوں لگاتے ہو تو اس کا جواب ٹائیں ٹائیں فش کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہاں یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے تم اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ کلیسیا کے بزرگوں کی صدہا سالہ محنتوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن جب کلیسیا کے بزرگوں کے تقویٰ و تقدس کا جلوہ جمال دیکھنے کے لئے انجیل کی ورق گردانی کی جائے تو وہاں یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ "یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ تم میں حرام کاری ہوتی ہے بلکہ ایسی حرام کاری جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ تم میں سے ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے اور تم افسوس تو کرتے نہیں تاکہ جس نے یہ کام کیا وہ تم میں سے نکالا جائے بلکہ شیخی مارتے ہو" ملاحظہ ہو کرنتھیوں ۱ ۵: ۱ تا ۳ کرنتھس کا شہر رومی سلطنت کا اہم مرکز تھا۔ یہاں کی کلیسیا ایک مرکزی کلیسیا تھی۔ پولس رسول کی زندگی میں ہی اس کلیسیا کی حالت یہ تھی کہ اہل کلیسیا میں سے ایک نے اپنی ماں کے ساتھ زناکاری کی اور دوسرے بزرگوں کو اس بات پر فخر تھا کہ مسیح نے ہمارے ہر گناہ کا کفارہ ادا کر کے ہمیں ہر قسم کے گناہ کرنے کی کھلی چھٹی دلا رکھی ہے۔ یہ حالت تو تھی کلیسیا کے انبیوں کی۔ اب النبیات کی کرتوت مکاشفہ ۲: ۲۰ تا ۲۳ میں ملاحظہ فرمایئے۔ "پر مجھے تجھ سے یہ شکایت ہے کہ تو نے اس عورت ایزبل کو رہنے دیا ہے جو اپنے آپ کو نبیہ کہتی ہے اور میرے بندوں کو حرام کاری کرنے اور بتوں کی قربانیاں کھانے کی تعلیم دیکر گمراہ کرتی ہے میں نے اسے توبہ کرنے کی مہلت دی مگر وہ اپنی حرام کاری سے توبہ کرنا نہیں چاہتی۔ دیکھ میں اسے بستر پر ڈالتا ہوں اور جو اس کے ساتھ زنا کرتے ہیں اگر اس کے سے کاموں سے توبہ نہ کریں تو ان کو بڑی مصیبت

میں پھنساتا ہوں"۔ (مکاشفہ ۲ : ۲۰ تا ۲۳)

یہ ہیں موجودہ مسیحی کلیسیا کی بنیادی اینٹیں جن پر کہ اُس کی پوری عمارت کی رفعت و وسعت کا دار و مدار ہے اور یہ ہے ان تقدس مآب ہستیوں کے اعمال و افعال کی عکسی شبیہہ جنہیں ملت نصرانیہ شریعت سازی اور دینی عقائد کی ایجاد و اختراع کے حقوق تفویض کر کے تخت ربوبیت پر متمکن کر رہی ہے۔ لیکن اُدھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ ؎

مگو [illegible] دانست
[illegible] دیدیم [illegible] غافلے بود

پادری ولیم میچین صاحب اپنی کتاب مسیحی مسائل کے صفحہ ۱۷۲ پر واضعین تثلیث کے مشاغل خلوت بایں الفاظ و حروف طشت از بام کر رہے ہیں کہ "شروع شروع میں یہ خیال کیا گیا تھا۔ کہ ہر ایک مسیحی بالکل بے گناہ ہوگا پر "رسولوں کے اعمال" میں ہم کو دکھایا گیا ہے کہ بہت جلد جھوٹ اور فریب (۵ : ۱ تا ۱۱) ایک دوسرے کی شکایتیں (۶ : ۱) اور علم الہٰی اور کلیسیا کی کارروائی کی بابت اختلاف (۱۱ : ۲، ۳ اور ۱۵ : ۱، ۲) ہونے لگا اور پولس کے خطوط اور دیگر خطوں سے ظاہر ہے کہ کلیسیا میں سے گناہ پورے طور پر نہیں مٹا۔ بار بار رسول مسیحیوں کی پاکیزگی کا ذکر کرنے کے بعد ایسے ایسے گناہوں سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے یا ایسے ایسے گناہوں پر تنبیہہ کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ رسولی زمانہ میں بھی کلیسیا بے عیب نہ تھی"۔

میں کہتا ہوں کہ جس گلشن کی بہار کا یہ عالم ہے۔ کیا اس پر خزاں کا آنا اور تبر چل جانے کے بعد اس کے کسی پودے کی جڑ سرسبز رہ سکتی ہے

قارئین کرام انہیں اوراق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی حدیث کا مطالعہ کر چکے ہیں جس کے آخری جملہ کے الفاظ یہ ہیں کہ

وَالآخِرُوْنَ قَالُوْا نَتَعَبَّدُ كَمَا تَعَبَّدَ فُلَانٌ وَنَسِيْحُ كَمَا سَاحَ فُلَانٌ
وَنَتَّخِذُ دُوْرًا كَمَا اِتَّخَذَ فُلَانٌ وَهُمْ عَلٰى شِرْكِهِمْ ۔ لَا عِلْمَ لَهُمْ
بِاِيْمَانِ الَّذِيْنَ اقْتَدَوْا هُمْ (اِلٰى آخرالحديث)

ترجمہ:- اس کے بعد (یعنی سچے مومنین کے شہید ہونے یا تارک الدنیا ہو کر جنگلوں میں چلے جانیکے بعد) متاخرین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم بھی اسی طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح فلاں نے کی۔ ہم بھی اسی طرح رہبانیت اختیار کر رہے ہیں جس طرح فلاں نے کی۔ ہم بھی اسی قسم کی عبادت گاہ آباد کر رہے ہیں جیسی کہ فلاں نے کی۔ لیکن [illegible] کے تمام متاخرین اپنے شرک پر قائم تھے۔ انہیں ان لوگوں کے عقائد و ایمان کی مطلقاً کوئی خبر نہ تھی۔ جن کی وہ اقتدا کر رہے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ ؎

میا جنتے کہ در آں حلقہ جنوں مے رفت
ورائے مدرسہ و قیل و قال و مسئلہ بود

اب اگر کوئی شخص معصیت کے ان ناپاک چشموں سے نکلے ہوئے تثلیث کے دھارے کو محض ہاتھ کے کرتب سے آب حیات کا چشمہ قرار دینا چاہے تو اس کی اس ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ البتہ جو لوگ آب حیات کے حقیقی سرچشمہ کے متلاشی ہوں ان کی خدمت میں یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ سرچشمہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ کی وادیٔ ایمن میں واقع ہے۔ ؎

ما آنچہ شرطِ بلاغ است با تو میگوئیم
تو از ایں پند گیر خواہ ملال

(فقط والسلام)

تمت بالخیر



تصنیف و تالیف

۱۲ جون ۱۹۰۹ء پیدائش ۲۱ اگست ۱۹۹۰ء وفات

علامہ مفتی عبدالحق عتیق زھری رح

- حضرت عیسیٰؑ اور اناجیل — عیسائیت کے ردّ میں تحریر کیا
- الشہود الشاھد — دو طلبہ کے درمیان مکالمہ
  — جس میں علم غیب، حاضر ناظر اور
  — توسل اور استمداد جیسے مسائل کو نہایت آسان پیرائے میں سمجھایا گیا ہے
- قندیل حق — شیعہ عقائد کے رد میں
- پاسبان — یزید کو رضی اللہ عنہ کہنے کے ردّ میں
- پرانے شکاری — عقائدِ باطلہ کا رد
- وسیلہ کا جواز — غیر مطبوعہ
- معجزات النبیؐ — غیر مطبوعہ (نبی اکرمؐ کے معجزات کا بیان)
- ایام گزشتہ — منظوم
- چھٹی سے دسویں کے طلبا کے لئے منظوم گرامر



حضرت علامہ مفتی عبدالحق زھری صاحب کی تمام عمر مستعار ترویج قرآن و حدیث میں گزری ہے۔ آپ بلاشبہ رواں صدی کے جید عالم دین تھے مجھے آپ کی تحریروں کو ترتیب و تہذیب کا بجا طور پر فخر حاصل ہے۔ اس کے لئے صاحبزادہ خالد مظفر قریشی اور ارجمند ثاقب لائق صد تحسین ہیں۔

ڈاکٹر قاری مرزا محمد اسلم بانی و مرکزی چیئرمین پاکستان قرات و نعت اکیڈمی
بلاک ڈی مکان نمبر ۱۸ ڈیرہ غازی خان
حال مقیم: المصطفیٰ پولی کلینک ریلوے روڈ ملتان